# نظرات

آج کل "خلافتِ یزید و معاویہ" نامی کتاب گھر گھر موضوعِ بحث و گفتگو بنی ہوئی ہے اور ملک میں متعدد مقامات پر اس سلسلہ میں اجتماعی مظاہرے بھی ہو چکے ہیں، یہ کتاب دفتر برہان میں وصول نہیں ہوئی اور ہم نے اس کا مطالعہ کیا ہے بس ابھی چار پانچ دن ہوئے اُس کو اِدھر اُدھر سے الٹ پلٹ کر صرف سرسری طور پر دیکھنے کا موقع ملا ہے اس لئے ظاہر ہے کتاب کی علمی حیثیت پر تو کوئی تبصرہ کیا نہیں جا سکتا۔ البتہ مسلمانوں میں جو ہیجان ہے اُس کے پیشِ نظر چند امور کی طرف توجہ دلانا ضروری ہے۔

(۱) اس میں کوئی شک نہیں ہو سکتا کہ حضرت امام حسنؓ اور امام حسینؓ سے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم کو محبت تھی اور آپ نے ان دونوں شہزادوں کو گود میں اٹھا کر دعا کی تھی کہ اے اللہ! تو اس سے محبت کر جو ان سے محبت کرتا ہے اور ان سے بغض رکھ جو ان سے بغض رکھتا ہے۔ پھر حضور نے یہ بھی فرمایا ہے کہ تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہوگا جب تک کہ میں اس کو سب چیزوں سے زیادہ محبوب نہیں ہوں گا۔ اور یہ مسلّم ہے کہ محبوب کا محبوب خود اپنا محبوب ہوتا ہے اس بنا پر ان دونوں "سیدا شباب اہل الجنۃ" سے محبت کرنا عین ایمان اسلام کا مقتضا ہے۔"

---

(۲) لیکن کربلا میں جو واقعہ پیش آیا۔ اس کی اصل نوعیت کیا تھی؟ وہ کیونکر پیش آیا؟ اور واقعہ کے اشخاصِ متعلقہ میں سے ہر شخص نے اس میں کیا رول ادا کیا؟ واقعہ کے داخلی اور خارجی اسباب کیا تھے؟ یہ سوالات تاریخی ہیں اور ان کا جواب صرف تاریخ ہی دے سکتی ہے۔ ہم کسی واقعہ کو سنکر اس کے اشخاصِ متعلقہ کی نسبت جو رائے قائم کرتے ہیں اور اس کی وجہ سے ہمارے دل میں مختلف اشخاص و افراد کے متعلق جو جذبات و ہمدردی پیدا ہوتے ہیں تو اس کی وجہ یہی ہوتی ہے کہ ہم کو واقعہ کی جو صورت و نوعیت معلوم ہوئی

ضا طبعی طور پر یہی ہو سکتا تھا۔ اب اگر فرض کیجئے کسی اور ذریعہ سے واقعہ کی کسی اور صورت کا علم ہوتا ہے تو ظاہر
ے پہلے ہم کو جو تاثر ہوا تھا وہ بدل جائے گا اور اب ہم کو اپنی پہلی رائے پر نظر ثانی کرنی ہوگی لیکن یہ جو کچھ ہوگا
طبعی عمل کا اثر ہوگا۔ اس صورت میں معقولیت پسندی اور علمی رواداری کا تقاضا یہ ہونا چاہیے کہ یا تو واقعہ
ی دوسری شکل وصورت اور اس کی مخصوص نوعیت کی صحت کو ثابت کرنے کے لئے جو دلائل و براہین پیش
ئے گئے ہیں ان کی رکاکت اور کمزوری ثابت کی جائے۔ اور یا اگر دلائل قوی ہوں تو ان کو تسلیم کر لیا جائے
ر واقعہ کی اصل صورت کی نسبت جو خیال پہلے سے قائم تھا اس پر نظر ثانی کی جائے۔ ان دونوں راہوں کو
ھوڑ کر محض اس بات پر ہنگامہ آرائی کرنا اور شور مچانا کہ ایک شخص واقعہ کی صورت وہ نہیں مانتا جس کو ہم پہلے
ے مانتے چلے آئے تھے انصاف سے بعید ہے۔ اس کا مطلب تو یہ ہوگا کہ ہم چند اشخاص کی نسبت پہلے سے
ے رائے قائم کر لیتے ہیں اور پھر پورے واقعہ کو اسی کے قالب میں ڈھال لیتے ہیں حالانکہ رائے واقعہ
سے پیدا ہوتی ہے واقعہ رائے سے پیدا نہیں ہوتا۔ اعتقاد کا سرچشمہ تاریخ ہے۔ تاریخ اعتقاد سے نہیں
تی۔ اس بنا پر ہونا یہ چاہیئے تھا کہ زیر بحث کتاب میں واقعہ کربلا کی جو نوعیت بیان کی گئی ہے علمی طور
ر اس کا جائزہ لیا جاتا اور اگر وہ غلط ہے تو اس کے لئے جو دلائل و براہین پیش کئے گئے ہیں ان کی
کت کا پردہ چاک کیا جاتا۔ یہ ایک خالص تاریخی بحث ہے اور اس کو اسی طرح طے ہونا چاہیئے۔

---

(۳) ایک صاحب نظر جانتا ہے کہ واقعۂ کربلا سے متعلق جو روایات تاریخ کی کتابوں میں پائی جاتی
ہیں یا عام طور پر متداول ہیں اُن میں افسانہ اور حقیقت کی آمیزش کس درجہ ہے اور جرح و تنقید کے
بغیر ان میں صحیح و سقیم کا امتیاز کرنا کتنا مشکل کام ہے۔ اس بنا پر اس میں شک نہیں کہ صرف یہ ایک
واقعہ نہیں بلکہ اس عہد کی پوری تاریخ پر ہی ریسرچ کے لئے میدان بڑا وسیع ہے۔ لیکن ایک مسلمان
محقق جو خاص واقعہ کربلا پر دادِ تحقیق دینا چاہتا ہے اس کو سب سے پہلے اپنے ضمیر کے گریبان میں منہ ڈال کر
فیصلہ کرنا چاہیئے کہ کسی کی ضد یا پرخاش کے باعث اس کی کاوش کے پس منظر میں یزید کا جذبۂ حمایت
طرفداری تو نہیں ہے اگر واقعی ایسا ہے تو پھر اسے معلوم ہونا چاہیئے کہ دانستہ یا نادانستہ سیدنا

امام حسینؓ کی شان میں ایک لفظ بھی گستاخی یا بے ادبی کا نکل گیا تو اس کے لئے آخرت کی رسوائی کا سبب ہو سکتا ہے۔ ریسرچ بڑی اچھی چیز ہے لیکن آخر اس کی کیا وجہ ہے کہ حضورؐ نے صاف ممانعت کر دی ہے کہ میرے والدین کے متعلق گفتگو نہ کرو۔

(۴) جیسا کہ شروع میں عرض کیا گیا ہم نے کتاب بہت رواروی میں سرسری طور پر دیکھی ہے تاہم ہمارا تاثر یہ ہے کہ مصنف کا اندازِ فکر اور اندازِ تحریر دونوں جارحانہ ہیں۔ بنو اُمیّہ کے دورِ حکومت کو اسلام کا سب سے زیادہ روشن اور تابناک عہد کہنا۔ حضرت امیر معاویہ اور یزید کی حکومت کو جمہور امت کے مسلک کے خلاف خلافت کہنا۔ یزید کے ورع و تقویٰ کا دعویٰ کرنا۔ حدیث الملک عضوض پر کلام کرنا یہ سب چیزیں اس بات کی غمازی کر رہی ہیں کہ مصنف کسی خاص داخلی تحریک کے زیر اثر پہلے سے ایک خاص خیال قائم کر چکا ہے اور پھر اس کی تائید کے لئے مواد تلاش کر رہا ہے۔ یعنی اس نے تحقیق کے میدان میں قدم بالکل غیر جانبدار ( UNBIASED ) ہو کر نہیں رکھا ہے۔ چنانچہ اس کتاب کے بین السطور میں مصنف کے ذہن کی جو جھلکیاں نظر آتی ہیں ان کا ہی یہ اثر ہے کہ اس کتاب کو پڑھ کر ایک صاحب نے عربی زبان میں یزید کی مدح میں ایک قصیدہ لکھ کر برہان میں اشاعت کے لئے بھیجا ہے جس میں یزید کو امیر المومنین سے خطاب کر کے اس کو دنیا کا سب سے بڑا مظلوم انسان کہا گیا ہے حالانکہ اہلِ سنت والجماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ امام عالی مقام کی شہادت برحق مگر یزید کے بارہ میں کف لسان کیا جائے۔ کیونکہ اب اس کا معاملہ اللہ کے ساتھ ہے۔ لیکن اس کی مدح کرنا تو حد درجہ دلیری اور بیباکی ہے۔